اُردو میں تاریخی ناول:ضرورت واہمیت

ڈاکٹرفوزیہ سلطانہ
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
گورنمنٹ سمن آباد پوسٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، لاہور

HISTORICAL NOVELS IN URDU
RQUIREMENT AND IMPORTANCE

Fauzia Sultana,PhD
Assistant Professor of Urdu
Govt. Post Graduate College (W), Samanabad, Lahore

Abstract

The destiny of nation is printed on the canvas of past, present and future. History has witnessed the success of those who have reformed their present after learning from the past mistakes. Having no history means having no existence. As novels reflect life, historical novel lightens up the contemporary and futuristic living thoughts flames and precedents. Historical novelist exhibits the concealed facts by touring the desert of possibility in order to minimize the bitterness of reality. This article highlights the importance of historical novels besides its brief description in Urdu.

Keywords: اردو، تاریخی ناول، سر والٹر سکاٹ، ڈاکٹر مبارک علی، مولانا صلاح الدین احمد، ڈاکٹر گوپی ناتھ تیواری، ڈاکٹر علی احمد فاطمی

چار حرفی لفظ ''ناول'' اپنے اندر بے پناہ وسعتیں سمیٹے ہوئے ہے۔ آغاز تا ہنوز اس کی رنگا رنگی اور انواع واقسام میں روز افزوں ترقی جاری ہے۔ جن ادبیات کی زمین اسے زیادہ راس آئی اُن میں انگریزی اور اُردو سرِ فہرست ہیں۔ ورجینا وولف نے بجا کہا تھا کہ :

> ''ناول کی ساری دُنیا مسلسل تبدیل ہوتی نظر آتی ہے لیکن ایک عنصر تمام ناولوں میں مستقل طور پر باقی رہا یعنی انسان، ناول انسانوں سے متعلق لکھے گئے ہیں۔ ناول فن کی وہ واحد ہئیت ہے جس کی واقعیت ہم کو یقین کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یعنی وہ انسان کی حقیقی زندگی کا بھرپور اور صداقت شعارانہ ریکارڈ پیش کرتا ہے۔''(۱)

ناول اُردو کی مقبول ترین صنف ہے۔ فلیڈنگ، سروالٹر سکاٹ، ہارڈی، لیوٹالسٹائی، واستووسکی اور تامس بالزاک جیسے فنکاروں نے عالمی ادب میں ناول نگاری کو بلند مقام دلوایا۔ اُردو میں ناول نویسی کی ابتدا داستان گوئی سے ہوئی۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ داستانوں کی جگہ ناول اور پھر افسانوں نے لے لی۔ اُردو میں بڑی تعداد میں اچھے اور معیاری ناول وجود میں آئے۔ سب سے پہلے ڈپٹی نذیر احمد، مرزا محمد ہادی رسوا، منشی پریم چند، عبدالحلیم شرر وغیرہ نے اسے پروان چڑھایا۔ اُردو میں ناول کی بڑھتی ہوئی انواع واقسام اور تعداد کے برعکس ناول کی تاریخ وتنقید سوائے چند نادر کتب کے تہی دست معلوم ہوتی ہے۔ ناول کی تنقید پر علی عباس حسینی اور محمد احسن فاروقی کا کام بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ علی عباس حسینی نے ناول کی دو بڑی اقسام بتائی ہیں: روحانی اور نفسیاتی، روحانی کی ذیل میں تفریحِ طبع کے لیے لکھے گئے تمام اخلاقی، اسراری، رزمی، عاشقانہ اور سیاسی ناول آتے ہیں جبکہ نفسیاتی ناولوں میں تین قسمیں ہیں، معاشرتی، سیرتی و کرداری اور تحلیل نفسی کے متعلق۔(۲)

ڈاکٹر احسن فاروقی نے ناولوں کی تقسیم ہیئت کے اعتبار سے کی ہے۔ ان کے مطابق بعض ناولوں میں ایک سے زیادہ اقسام بھی ملی جلی حالتوں میں موجود ہیں۔ احسن فاروقی نے ناول کی اقسام پر بحث کرتے ہوئے تاریخی ناولوں کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے : ''تاریخی ناول شاید ناول کی نمایاں ترین قسم ہے۔''(۳)

اَب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تاریخ کیا ہے؟ ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں :

> ''تاریخ وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے قومیں اپنے کارنامے اور اپنے تاریخی عمل کو محفوظ رکھتی ہیں اور جب کسی قوم کی تاریخ ہی نہیں ہوگی تو اس کے پاس ماضی میں اپنے وجود کا کوئی

ثبوت بھی نہیں ہوگا اور اسی سبب سے اقوامِ عالم میں اس کا کوئی مقام نہیں ہوگا۔" (۴)

تاریخ بذاتِ خود ایک ایسا مضمون ہے جو ماضی کے واقعات کو تاریخی صداقتوں کے ساتھ پیش کرتا ہے، لیکن اس میں پلاٹ اور قصے کا نہ ہونا قاری کو بور کر دیتا ہے۔ ناول تاریخ کو بیانیہ تسلسل اور دلچسپی مہیا کرتا ہے۔ مغربی ادب میں پہلا مشہور ناول Waverly بھی تاریخی تھا جسے والٹر سکاٹ نے ۱۸۱۴ء میں لکھا۔ ماہر تاریخ کولنگ وڈ (Colling Wood) کے بقول "تاریخ دراصل تلاش اور تجزیہ کی ایک قسم ہے۔(۵) قرآن کا موضوع بھی انسان، گذشتہ اقوام اور انبیاء کا تذکرہ ہے۔ سورہ یوسف آیت نمبر ۱۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے :

ترجمہ: "بے شک ان قصوں میں سمجھداروں کے لیے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) ایسا کلام نہیں جو گھڑ لیا جائے بلکہ (یہ تو) ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لے آئے۔" (۶)

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد دراصل تاریخی ناول ہی وہ ڈھارس تھے جو مسلمانوں کو اُن کے تابناک ماضی کی تصاویر دکھاتے رہے۔ مولانا صلاح الدین احمد نے بجا کہا ہے :

> "ہندوستان میں جب تاریخی ناول نگاری کا آغاز ہوا تو قوم ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد شکست خوردہ اور نڈھال تھی۔ وہ مایوس تھے لازماً ان کی نظر اپنے شاندار ماضی کی طرف اُٹھتی تھی شرر کی دانش وری نے یہ نکتہ پا لیا۔" (۷)

تاریخ کا کینوس اپنی وسعت کی بنا پر ادب کی تمام اصناف کو اپنے اندر ضم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ناول اور شاعری تاریخ کو زیادہ دلچسپ اور پرکشش بنا دیتی ہے۔ ڈاکٹر علی احمد فاطمی بیٹر فیلڈ کا حوالہ دیتے ہیں:

> " History must not be merely kicked out by fiction. It must not extend by invented episodes. It must be turned into novel. It must be put to a fiction as a poem is put to music."(۸)

ناول اور تاریخ دونوں انسانی زندگی کے ماضی کی کہانی ہیں۔ اردو میں تاریخی ناول کے آغاز و ارتقا پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ انگریزوں نے جب برصغیر پر اپنے پنجے گاڑے تو سب سے پہلے اپنی تہذیب وثقافت کو عمدہ بنا کر پیش کیا تاکہ ان کی حکومت کے قدم مضبوط ہو سکیں۔ جب ہر طرف انگریزیت کا غلبہ ہوا تو

ہندوستان کے حساس اور باشعور ناول نگاروں نے اپنی قوم کو اپنے تابناک ماضی کے درخشاں گوشوں سے آشنا کرنے کے لیے تاریخی ناولوں کا سہارا لیا۔اُردو اور ہندی کے علاوہ مراٹھی اور بنگالی میں بھی تاریخی ناولوں کا رواج ہوگیا۔

شرر کا ''ملک العزیز ورجنا'' تاریخی ناول کا باقاعدہ آغاز قرار پایا۔نذیر احمد کو اُردو کا اولین ناول نگار جانا گیا ہے۔اُنھوں نے بھی ''ابن الوقت'' میں اپنے عہد کی سیاسی تاریخ کو پیش کیا۔شرر نے عہدِ نبویؐ، عہدِ خلفائے راشدین اور مجاہدینِ اسلام کے عہد کو اپنے ناولوں میں بڑے دلفریب پیرائے میں بیان کیا۔

تاریخی ناول نے جیسے ہی اپنے قدم جمائے اس پر اعتراضات ہونے لگے۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے کہا کہ تاریخی ناول کی ترکیب ہی بحث طلب ہے تاریخ میں حقیقت ہوتی ہے اور ناول میں خیال۔سر سید احمد خان نے بھی تاریخی ناول کا پیرائیہ اختیار کرنے کی ممانعت کی۔علی عباس حسینی نے لکھا کہ تاریخ کے ہوتے ہوئے تاریخی ناولوں کی کیا ضرورت ہے۔ناول کی جگہ وہاں ہوتی ہے جہاں تاریخ کے صفحے سادے اور خاموش ہوں۔تاریخ خشک اور قدرے بور کردیتی ہے جبکہ ناول تخیل کی چاشنی سے بوریت کو دلچسپی میں بدل دیتا ہے۔ مورخ اور ناول نگار کے طریقِ کار میں فرق ہے۔

تاریخ حقائق سے پردہ اُٹھاتی ہے اور حقائق ہمیشہ تلخ، خشک اور غیر دلچسپ ہوتے ہیں جبکہ ناول میں تخیل کی مدد سے رنگینی، دلچسپی اور چاشنی پائی جاتی ہے۔ڈاکٹر علی احمد فاطمی اس سلسلے میں یہ مثال دیتے ہیں:

> ''مشہور شاعر اکبرالہ آبادی اپنی بات عوام تک پہنچانے کے لیے مزاحیہ شاعری کا سہارا کیوں لیتے ہیں؟اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اُنھیں وقت کی تلخی اور نصیحت کی کڑواہٹ کا احساس ہوگیا اس لیے وہ خاموشی سے طنز ومزاح کے راستے پر مڑ گئے اور مقبول ہوئے اسی طرح شبلی نے بحیثیت مورخ المامون، الفاروق اور سیرت النبیؐ جیسی کتابیں لکھیں اور شرر نے بھی انھیں موضوعات کو ناول کے پیرائے میں بیان کرکے زیادہ شہرت پائی حالانکہ یہ پیغام سرسید، حالی، شبلی اور نذیر احمد سبھی دے رہے تھے۔اس اعتبار سے شرر کو اپنے معاصرین میں زیادہ مقبولیت ملی۔'' (۹)

ہندی ادیب پروفیسر جگدیش گپت نے تاریخ کی طرف ناول نگاروں کی رغبت کی سات وجوہات بتائی ہیں ۔جن میں حال کو مضبوط کرنے کے لیے ماضی سے خوبصورتی کی تلاش، بہادری کی پرستش اور تاریخی مٹھاس کا حصول زیادہ اہمیت کے حامل ہیں ۔ (۱۰)

ستیہ پال جگھر نے پروفیسر جگدیش کی تائید کرتے ہوئے مزید نکات کی طرف اشارہ کیا ۔انھوں نے جغرافیائی عناصر کو تاریخ کا معاون قرار دیا اور ماضی کے حالات سے حال کے مسائل حل کرنے پر زور دیا ۔ بیٹرفیلڈ کے ہاں بھی تاریخی ناولوں کی تائید ملتی ہے :

> "Lastly it may be said that the inspiration of the historical novel is not merely history but also geography." (۱۱)

قرینِ قیاس ہے کہ پرانے کھنڈر، قلعے، باغات اور تاریخی عمارات ناول نگار کو جھنجھوڑ دیتی ہیں اور وہ ان کے اندر چھپے ناول کے ڈھانچے کو صاف طور پر دیکھ لیتا ہے ۔ناول اور تاریخ کے باہمی ربط کی حمایت مشرقی ناقدین نے بھرپور انداز میں کی ہے، مثلاً شرر لکھتے ہیں :

> ''جس طرح انسان اپنی جوانی کے واقعات کو زیادہ پسند کرتا ہے ۔اور رمزے لے لے کر کہتا اور سنتا ہے ۔اُسی طرح قومیں اپنے عروج و زوال اور اوج اقبال کے واقعات کو زیادہ پسندیدہ خیال کرتی ہے ۔یورپ کا موجودہ دور اوج وترقی کا ہے اس لیے وہ موجودہ دور کی معاشرت کو ناولوں میں پیش کر رہے ہیں ۔جبکہ عرب ہوں یا ترک، ایرانی ہوں یا ہندی یقین کر رہے ہیں کہ ہمارا اوج وعروج گذر گیا اور فی الحال ہم پستی کی زندگی میں مبتلا ہیں پھر اسی حالت میں ہم پوچھتے ہیں کہ اُنھیں اپنی موجودہ زندگی میں لطف آئے گا یا اوج وکمال کی زندگی میں ۔'' (۱۲)

جو قومیں ماضی کو بھلا دیتی ہیں اُنھیں وقت کے دھارے میں مسلسل تھپیڑوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ تابناک ماضی ہمیشہ اچھے مستقبل کی اُمید دلاتا ہے جبکہ تاریک ماضی سے عبرت کے نشانات اخذ کیے جاتے ہیں ۔انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنی کامیابیوں کا تذکرہ بار بار کرتا ہے اور ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے ۔ڈاکٹر ممتاز منگلوری لکھتے ہیں :

> ''بیشتر تاریخی ناول نگاروں نے اسلامی تاریخ کے اس حصے کو اپنا موضوع بنایا ہے جب قومی

تاریخ کا آفتاب عالمتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا تاکہ قوم کے دلوں میں پھر وہی عروج حاصل کرنے کا ولولہ اور جوش موجزن کیا جا سکے۔ ایسے میں تاریخی ناول نگار کی ذمہ داریاں کچھ اور بھی بڑھ جاتی ہیں، لیکن یہ کہنا کہ ان حالات میں جبکہ تاریخ کا آفتاب عالمتاب نصف النہار پر چمک رہا ہو تاریخی ناول نگاری مضحکہ خیز ہے، انسانی فطرت کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔'' (۱۳)

تاریخی ناولوں پر تنقید کرنے والے شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ ناول کا اصل مقصد قارئین کو محظوظ کرنا ہے۔ اس کی اصلاح کرنا اور بہتر مستقبل کے لیے لائحہ عمل دینا ہے۔ اس لیے تاریخی ناول نگار پر تاریخ نویس کی نسبت زیادہ اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہماری اُلجھنوں کو دور کرتا ہے۔ ہمیں خوشی کے لمحات فراہم کرتا ہے۔ تاریخ کے اوراقِ گذشتہ کو زندہ کر کے ہمارے سامنے پیش کرتا ہے اور ہمارے جذبات کے لیے تزکیہ نفس کا کام کرتا ہے۔

مورخ کی نسبت تاریخی ناول نگار کا فن زیادہ دقت طلب اور ذمہ داریوں کا متقاضی ہے کیونکہ اسے تاریخ اور تخیل میں امتزاج اور توازن پیدا کرنا پڑتا ہے۔ مورخ کسی خاص دور کے حالات وواقعات کو بیان کرتا ہے جبکہ تاریخی ناول نگار حقائق کی تلاش میں گہرائی میں اترتا اور اپنے تخیل کی مدد سے مجوزہ مواد پیش کر کے خلا کو پُر کرتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی تاریخی ناول نگار کا دائرہ کار مورخ سے زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔

جو ناقدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تاریخ میں کہیں تبدیلی نہیں آنی چاہیے اور نہ ہی ناول کی دلکشی اور معیار میں فرق پڑنا چاہیے، تو یہ انتہائی مشکل امر ہے بلکہ اس فن کے ساتھ زیادتی ہے۔ اصل میں تاریخی ناول نگار کا کام مورخ سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ ایک طرف اس نے تاریخی صداقتوں کو بھی بیان کرنا ہوتا ہے اور دوسری طرف ناول کے تقاضوں کا بھی پورا پورا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ بقول ٹالسٹائی : ''مورخ واقعات کے نتائج سے بحث کرتا ہے اور فن کار واقعات کو موضوع بناتا ہے۔'' (۱۴)

تاریخی ناولوں پر بڑی شرط یہی عائد کی جاتی ہے کہ ناول تو لکھا گیا ہو لیکن تاریخیت کہیں سے غائب نہ ہوئی ہو۔ تاریخ کو توڑا مروڑا نہ گیا ہو۔ اس حیثیت سے تاریخی ناول نگار کی ذمہ داری دگنی ہو جاتی ہے۔ اسے تاریخ کی حفاظت بھی کرنی پڑتی ہے اور فنِ ناول کی نزاکتوں کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اگر ناول کی چمک دمک میں کمی آئے یا ذرا سی بھول چوک ہو جائے تو نقادوں کی تنقید کے تیر ونشتر ناول نگار کے جسدِ فن کو

لہولہان کر دیں گے ۔تاریخی ناول نگار کی ذمہ داری دگنی اس لیے ہو جاتی ہے کہ اُسے تاریخ کے لیے حقیقت اور آرٹ کے لیے خلوص کا خیال رکھنا پڑتا ہے ۔تاریخی ناولوں کے مخالفین کا اعتراض ہے کہ ان ناولوں میں ادبیت کا فقدان ہے ۔تاریخی ناولوں میں دلچسپی اور لچک پیدا کرنے کے لیے کہ بعض ناقدین نے تو اتنی گنجائش دی ہے کہ تاریخی مواد اتنا ہی ہو کہ پتہ چلتا رہے کہ تاریخی ماحول ہے حقائق کی طرف زیادہ توجہ نہیں دینی چاہیے ۔بعض ناقدین کا خیال ہے کہ بڑے بڑے کردار تاریخی نہیں ہونے چاہییں ۔اسی زمرے میں علی عباس حسینی نے کہا تھا جہاں تاریخ کا آفتابِ عالمتاب نصف النہار پر ہو وہاں ناول کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

ایسے مفکرین انسانی نفسیاتی سے انکار نہیں کر سکتے کہ جو بات قصے کہانی کی شکل میں مؤثر کردار ادا کرتی ہے وہ تاریخ کے خشک اور تلخ حقائق سے نہیں ۔تاریخی ناول کی عمدگی ڈاکٹر گوپی ناتھ تیواری کے نزدیک:

"جب تاریخ اور تخیل کا نیا تال میل ہوا ہو جب تاریخی مطالعہ اور لچک دار تخیل کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا گیا ہو تب ہمیں مناسب ناول دیکھنے کا موقع ملتا ہے ۔" (۱۵)

تاریخ اور ناول کا رشتہ جتنا گہرا ہے اتنا نازک اور لطیف بھی ہے ۔ذرا سی کوتاہی سے ناول نگار بھٹک جاتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ پروفیسر بیٹر فیلڈ نے ناول اور تاریخ کے رشتے پر بحث کرتے کرتے ۱۱۴صفحات کی کتاب لکھ دی ۔جس کا نچوڑ یہی لکھا کہ ناولوں میں تاریخ اتنی ہی دی جائے جس سے ایسا لگے کہ ماضی کی باتیں ہو رہی ہیں ۔

تاریخی ناول نگاری کا اصل تقاضا یہ ہے کہ ناول نگار ماضی کے ماحول میں اچھی طرح ڈوبے اور تاریخ کی تہہ میں چھپے ہوئے حقائق کا کھوج لگائے ۔ جب ناول نگار خود ماضی میں ڈوبے گا تو خلوص اور محنت سے مواد جمع کرے گا ۔تب عمدہ تاریخی ناول سامنے آئے گا ۔ڈاکٹر علی احمد فاطمی کے مطابق:

"ناول کی تمام اقسام میں تاریخی ناول سب سے زیادہ مشکل اور نازک صنف ہے اس پر طبع آزمائی کرنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے ۔" (۱۶)

تاریخی ناول کی مزید درجہ بندیاں کی جا سکتی ہیں:

۱۔خالص تاریخی ناول   ۲۔ملے جلے تاریخی ناول

۳۔خیالی ناول (تخیل آمیز)   ۴۔خالص خیالی ناول

پہلی قسم میں تاریخی حقائق غالب اور تخیل کم، دوسری میں حقیقت و تخیل باہم پیوست، تیسری میں تخیل زیادہ اور تاریخ کا عنصر قدرے کم، چوتھے اور آخری قسم کے تاریخی ناول میں تاریخ برائے نام ہوتی ہے۔ ان میں صرف تاریخی عہد لیا جاتا ہے۔ تاریخی ناولوں کے حوالے سے اکثر یہ بحث بھی اُٹھی کہ ان ناولوں میں بیان کردہ ماضی کی ایک حد ہونی چاہیے۔ کیا دس پچاس اور سو سال پرانا واقعہ تاریخی ناول کا موضوع بن سکتا ہے۔ کسی نے پچاس کسی نے ساٹھ اور کسی نے سو سال حد مقرر کی۔ اصل میں تاریخی ناول کے حوالے سے یہ اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے کہ تاریخ کا آغاز دو منٹ پہلے ہو یا دو ہزار برس کے بعد۔

تاریخی ناولوں کی اقسام میں ماضی کی حد کا تعین اتنا ضروری نہیں جتنا یہ ضروری ہے کہ تاریخ کو کس کس زاویے سے اور کتنے حصوں میں بانٹا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ نے اسے تین اعتبار سے تین حصوں میں یوں منقسم کیا ہے:

موضوع کے اعتبار سے: قرونِ اولیٰ کی اسلامی فتوحات، اندلس کا اسلامی دور، ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء کا پس منظر

تاریخی کرداروں کے اعتبار سے: مصروف تاریخی شخصیات، غیر معروف تاریخی کردار، نیم تاریخی کردار

واقعاتی اعتبار سے: مستند تاریخی واقعات، نیم تاریخی واقعات، مخصوص تاریخی واقعات

اس درجہ بندی سے تاریخ کے حصے نمایاں طور پر سامنے آجاتے ہیں اور ناول نگار کی آسانی کا باعث بنتے ہیں۔ (۱۷) کامیاب انسان وہی ہیں جو اپنے ماضی سے سبق سیکھ کر حال اور مستقبل بہتر بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر مبارک علی نے لکھا ہے:

> ''تاریخ انسان کے مطالعہ کے لیے ایک بہت بڑا کینوس فراہم کرتی ہے اس لیے تاریخ کے ذریعہ مختلف نقطہ ہائے نظر کو پیش کیا گیا ہے۔ جو مورخ تاریخ کو اخلاقی قدروں کے استحکام کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ تاریخ میں ایسے واقعات تلاش کر کے لاتے ہیں جن میں نیکی کی فتح اور بدی کی شکست، انسانی بداعمالیوں کی سزا، عروج و زوال سے عبرت اور ظالموں کے برے انجام کے واقعات ہوتے ہیں۔'' (۱۸)

جس طرح تاریخ نسل نو کے لیے اخلاقی قدروں کے فروغ کا ذریعہ ہے ناول بھی محض تفریح طبع اور دل بہلانے کے تصورات کے ساتھ ساتھ مثال، علامات کے ذریعے اخلاقیات کی تلقین کرتا ہے۔

ڈاکٹر محمد یاسین لکھتے ہیں :

> ''موجودہ زمانہ میں معاشرہ کی ترجمانی، کتابِ دل کی تفسیر اور آفاقی و کائناتی بصیرت کا ابلاغ سب کچھ ناول کے ذریعہ ممکن ہے۔ادب میں تفریحی، فراری، رومانی اور جاسوسی ناول کے لیے بھی گنجائش ہے، کیونکہ سماج کے ہر طبقہ کے پڑھنے والوں کا مذاق مختلف ہوتا ہے لیکن اعلیٰ سطح پر ہمیں اچھے ناولوں میں تنقیدِ حیات ہی نہیں زندگی کے رہنما خطوط بھی واضح طور پر نظر آتے ہیں۔'' (۱۹)

علیٰ ہذا القیاس ناول اور زندگی کے درمیان ایسا گہرا رشتہ ہے کہ اس میں تاریخی، سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی ہر پہلو کی ترجمانی افسانوی انداز سے کی جا سکتی ہے۔ناول عصری زندگی کی دستاویز بھی ہے اور ذاتی زندگی کی تنقید و تفسیر بھی، اس میں خارجی و داخلی زندگی کی تصویریں بھی ہیں اور خوابوں، ارمانوں، خوشیوں، غموں کے اندر تنہائی، شکست خوردگی، مایوسی اور موت کے احساس کا تصور بھی موجود ہے۔ناول نگار حقائق کی تلخی مٹانے کے لیے ''دشتِ امکاں'' کی سیاحی کر کے ان پہلوؤں کو اُجاگر کرتا ہے جو عام نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) یوسف سرمست ڈاکٹر :بیسویں صدی میں اُردو ناول، نئی دہلی، ترقیٔ اُردو بیورو، ۲۰۰۰ء، ص ۱۱

(۲) علی عباس حسینی ڈاکٹر :ناول کی تاریخ و تنقید، لاہور، اُردو اکیڈمی، ص ۴۹ ۔ ۴۸

(۳) احسن فارقی :اُردو ناول کی تنقیدی تاریخ، لاہور، اُردو اکیڈمی، س ن، ص ۴۷

(۴) مبارک علی ڈاکٹر :تاریخ کیا کہتی ہے؟، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۳ء، ص ۴۲

(۵) علی احمد فاطمی ڈاکٹر :تاریخی ناول فن اور اصول، تہذیب پبلی کیشنز، الہ آباد، ص ۴۱ ۔ ۴۰

(۶) طاہر القادری ڈاکٹر :عرفان القرآن ترجمہ و تفسیر، لاہور، منہاج القرآن پبلی کیشنز، بار سوم ۲۰۱۳ء، ص ۳۷۶

(۷) صلاح الدین احمد مولانا :اُردو میں افسانوی ادب، لاہور، ایوانِ اُردو ادب، س ن، ص ۸۲

(۸) علی احمد فاطمی ڈاکٹر : تاریخی ناول فن اور اصول، الہ آباد، تہذیب نو پبلی کیشنز، ۱۹۸۰ء، ص ۲۱

(۹) ایضاً : ص ۵۶

(۱۰) ایضاً : ص ۵۹۔۵۸

(۱۱) ایضاً : ص ۶۰

(۱۲) شرر عبدالحلیم : مضامین شرر، جلد سوم ہمارا جدید ناول، لاہور، مکتبۂ خیابانِ ادب، س ن، ص ۲۵۶

(۱۳) ممتاز منگلوری ڈاکٹر : شرر کے تاریخی ناول، لاہور، مکتبۂ خیابانِ ادب، ۱۹۷۸ء، ص ۳۲

(۱۴) یوسف سرمست ڈاکٹر : بیسویں صدی میں اُردو ناول، نئی دہلی، ترقی اُردو بیورو، ۲۰۰۰ء، ص ۱۲۷

(۱۵) علی احمد فاطمی ڈاکٹر : تاریخی ناول، فن اور اصول، الہ آباد، تہذیب پبلی کیشنز، ص ۸۸

(۱۶) ایضاً : ص ۹۱

(۱۷) گوریجہ رشید احمد : اُردو میں تاریخی ناول نگاری، ابلاغ، لاہور، جولائی ۱۹۹۴ء، ص ۵۱، ۴۸، ۴۷

(۱۸) مبارک علی ڈاکٹر : تاریخ اور فلسفۂ تاریخ، لاہور، تاریخ پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۳۹

(۱۹) محمد یٰسین ڈاکٹر : ناول کا فن اور نظریہ، لاہور، دارالنوادر، اُردو بازار، ۲۰۱۳ء، ص ۳۱۔۳۰